مصنّف کی ایک اور بلند پایہ تصنیف :

محبّ اہل بیت کون؟

یہ سمجھنے کے لیے کہ اہلِ بیت کے محب کون ہیں، شیعہ یا اہل سنت و جماعت تو اس کتاب کا مطالعہ کریں

ایک ایسی کتاب جس کا آج تک مخالف جواب تحریر نہیں کر سکا

بناتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اور نکاحِ ام کلثومؓ بنت علیؓ پر لاجواب کتاب

شیعہ کے ہر اعتراض کا جواب

ہر اہل سنّت و جماعت کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

قیمت : صرف ۳۰/۰۰ روپے

ملنے کے پتے

- جامعہ نقشبندیہ رضویہ انوار العلوم، ونیکے روڈ، حافظ آباد
- مکتبہ رضائے مُصطفےٰ، چوک دارُالسّلام، گوجرانوالہ
- مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ، لاہور ○ مکتبہ اسلامیہ بیرون مین بازار حافظ آباد

بسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحیم ؕ

مُنکرِ حدیث کون؟

مُصنّف

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت خطیبِ اسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب
سجادہ نشین آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف ضلع گوجرانوالہ
خطیب مرکزی جامعہ مسجد الفاروق ونیکے روڈ — حافظ آباد

ناشر
صاحبزادہ سیّد فدا حسین شاہ نقشبندی مجددی
نائب ناظم جامعہ نقشبندیہ رضویہ انوار العلوم ، حافظ آباد

ملنے کے پتے

مکتبہ رضائے مصطفےٰ، چوک دارالسلام، گوجرانوالہ
مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور ○ مکتبہ اسلامیہ بیرون مین بازار حافظ آباد

نام کتاب : منکرِ حدیث کون ؟
مصنف : خطیب اسلام صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ نقشبندی
ناشر : صاحبزادہ سید فدا حسین شاہ نقشبندی
مطبع :
کاتب : محمد یعقوب خوش نویس، حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ
قیمت :

ملنے کے پتے

جامعہ نقشبندیہ رضویہ انوار العلوم حافظ آباد
مکتبہ رضائے مصطفٰے، چوک دار السلام گوجرانوالہ
مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور
مکتبہ اسلامیہ، بیرون مین بازار، گوجرانوالہ

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَوْلِيَآءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ !

حضراتِ قارئین جب خالقِ کائنات عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو تمام فرشتوں کو حکم دیا :

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ

کہ اے ملائکہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو خالقِ کائنات نے فرمایا، تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ہے تو نے کیوں نہ کیا تو شیطان نے جواب دیا۔ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ کہ میں نے اس لیے سجدہ نہیں کیا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ اللہ کریم نے فرمایا تو کون ہے میرے نبی سے بہتر بننے والا۔ اچھا تو اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے تو میں تم کو ذلیل کرتا ہوں اور وَ كَانَ مِنَ

اَلْکَافِرِیْنَ ۔ تو کافر بھی ہے تو جب اللہ کریم نے کافر کہہ کر اپنے دربار سے نکال دیا تو شیطان نے کہا کہ ٹھیک میں کافر بھی ہو گیا اور لعنتی بھی، اور ذلیل بھی ہو گیا مگر آدم کی وجہ سے ہوا ہوں ۔ اب میں آدم کی اولاد کو بے ایمان، گمراہ اور کافر کروں گا ۔

رب کریم نے فرمایا کہ جا تو اپنی کوشش کر مگر میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ اثر نہ ہوگا ۔

چنانچہ اس گفتگو کے بعد شیطان وہاں سے نکل آیا اور آکر منصوبہ بندی کی اور پھر اولادِ آدم کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ۔ جب چند ساتھی مل گئے تو پھر شیطان نے ایک رابطہ قائم کر کے کہا کہ دیکھو میں ایک وعدہ رب کی بارگاہ میں فرشتوں کے سامنے کر چکا ہوں ۔ وہ وعدہ یہ ہے کہ میں نبی سے افضل ہوں ۔ اگر آپ میرا ساتھ دیں تو میرا کچھ پردارہ سکتا ہے ورنہ نہیں تو شیطان کے چیلوں اور عزیز و اقربا نے اور تمام ساتھیوں نے پورے پورے تعاون کا یقین دلایا ۔

اب شیطان کے ساتھ وعدہ ہو چکا تھا تو ایک خیال نے شیطان کے چیلوں کو چونکا دیا اور ایک دوسرے کو کہنے لگے بھئی جب ہم نے شیطان کی تعریف کی تو اولادِ آدم ہم کو کیا کہے گی ۔ چنانچہ انہوں نے پروگرام یہ بنایا کہ پہلے شیطان کی تعریف نہ کی جائے بلکہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی جائے، جو کمالات انبیاء کو اللہ کریم نے عطا فرمائے ہیں ان کا انکار کیا جائے ۔ چناں چہ شیطان کے چیلوں نے کارروائی شروع کر دی تو آغاز اس طرح ہوا کہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا شروع کر دی ۔ تقریروں میں اس طرح کہ گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کوئی اختیار ہے اور نہ وہ نور ہیں بس ہماری ہی طرح بشر ہیں اور

نہ ہی حضور علیہ السلام کو علمِ غیب ہے اور نہ وہ کسی چیز کے مالک و مختار ہیں، بس صرف اور صرف پیغام بر تھے اور تحریروں میں تو ان لوگوں نے ظلم کی حد کر دی، شیطان سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ گئے ۔ اس حد تک پہنچ گئے کہ شیطان کا علم نبی کے علم سے کہیں زیادہ ہے ۔

چنانچہ دیکھیں براہینِ قاطعہ مصنف مولوی خلیل احمد صدر مدرس دیوبند لکھتا ہے :

غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے ۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس کو تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ۔ (معاذاللہ)

اس کے بعد اب حفظ الایمان کی عبارت پیش کرتا ہوں : مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ہے ۔ اگر بعض علومِ غیب مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ۔ ایسا علمِ غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے ۔"

(حفظ الایمان مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ص مطبوعہ دیوبند)

شاہ اسمٰعیل علیہ ما علیہ جسے یہ لوگ شہید کے نام سے یاد کرتے ہیں اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں لکھتا ہے :

"زناہ کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے ۔ شیخ یا

اس جیسے بزرگ خواہ رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا بیل اور گدھے کی مثال سے بدتر ہے۔" (معاذ اللہ)

(صراطِ مستقیم مصنف شاہ اسمٰعیل ص ۱۳۶)

پھر یہی اسمٰعیل اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے:

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں"

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر لکھتا ہے:

"یہ یقین جاننا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" (معاذ اللہ)

پھر اسی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۳ پر لکھتا ہے:

"اولیاء، انبیاء، جن اور شیطان میں بھوت اور پری میں کچھ فرق نہیں۔"

(معاذ اللہ)

اس کے علاوہ اور بے شمار عبارتیں ہیں جن سے توہینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوتی ہے مگر طوالت کے خوف نے روک دیا ہے۔

اب مسلمان جو حضور علیہ السلام کے غلام ہیں، کب گوارہ کر سکتے تھے کہ شیطان کے چیلے اور رفقار کار اپنی من مانی کرتے چلے جائیں اور تقریروں اور تحریروں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کریں۔ تو علمائے حق اہلِ سنت و جماعت نے ان کا تعاقب کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو بتایا کہ ہوشیار رہو یہ لوگ (یعنی دیوبندی وہابی) شیطان کے کہنے پر انبیاء، اولیاء اللہ، پیروں، بزرگوں اور ولیوں کی توہین کر رہے ہیں۔ اور یہ لوگ شیطان کے ساتھی ہیں، ان کا اسلام اور قرآن سے کوئی تعلق نہیں، تو یار

لوگوں نے فوراً اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہلوانا شروع کر دیا اور اپنے اوپر قرآن و سنت کا لبادہ اوڑھ لیا جو سراسر مکاری ہے۔

ان تمام حالات کے پیشِ نظر بندہ ناچیز کے دل میں خیال جاگزیں ہوا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوا کر لوگوں کا ایمان چھینتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی توہین کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، مذہبِ حق سے ہٹا کر گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں لہٰذا حدیث ہی سے مذہب حق کی تائید کروائی جائے اور انبیاء، اولیاء، بزرگوں پیروں فقیروں کی، خصوصاً حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کی جائے تاکہ عوام الناس گمراہی سے بچ کر ہدایت پر آجائیں۔

چناں چہ اس خیال نے بندۂ ناچیز کو چالیس حدیثیں درج کر کے عوام تک پہنچانے پر مجبور کیا۔ اگر کوئی دوست ان احادیثِ مبارکہ کو سمجھ کر راہِ ہدایت پر آجائے تو بندۂ ناچیز کے لیے دعا فرما دیا کرے کہ اللہ کریم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ دین و دنیا میں عزت و عظمت قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

بندۂ ناچیز
صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ
خطیبِ الفاروقؔ حافظ آباد

انتساب

بندۂ ناچیز اس کتابچے کو بھی اپنے آقا و مولا
رہبرِ شریعت، پیرِ طریقت، آفتابِ نقشبندیت
محبوبِ سبحانی، منظورِ نظرِ حضرت قبلہ شیر ربانی، مخدوم المکرم

جناب پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب مدظلہ اللہ دامت برکاتہم

سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت کیلیانوالہ شریف
کی بارگاہِ عظمت پناہ میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے
جن کی نظرِ کرم نے بندۂ ناچیز کو تحریر و تقریر کی توفیق بخشی ہے

◎

ابوالحسنین صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ نقشبندی
مجددی سجادہ نشین

آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف

محب اہلسنت رضوان اللہ علیہم کون ؟

اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چار صاجزادیوں اور حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت سیدنا عمر فاروق کے ساتھ ۔ دلائل قاہرہ سے شیعہ کتب سے مکمل جواب دیا گیا ہے ۔

خلیفۂ رسول بلا فصل کون ؟

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ بلا فصل ہونے پر شیعہ کتب سے مدلل ثبوت ۔ اور تمام اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں ۔

ہم صلوٰۃ وسلام کیوں پڑھتے ہیں ۔

اس کتاب میں حضرت قبلہ پیر صاحب مدظلہٗ العالی نے اذان سے قبل اور بعد اور جلسہ جلوس میں بآوازِ بلند حرفِ ندا کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں دلائل و براہین سے بد مذاہب اور بدعقیدہ لوگوں کو دندان شکن جواب دیئے ہیں اور جو شخص بھی صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو شرک حرام یا ناجائز ثابت کرے وہ ایک لاکھ روپیہ انعام حاصل کر سکتا ہے ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

حدیث نمبر (۱)

وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ فِیْ یَدَیْہِ کِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا ھٰذَانِ الْکِتَابَانِ قُلْنَا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِیْ فِیْ یَدِہِ الْیُمْنٰی ھٰذَا کِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اَسْمَآءُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ اَسْمَآءُ اٰبَآئِھِمْ وَ قَبَائِلِھِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰٓی اٰخِرِھِمْ فَلَا یُزَادُ فِیْھِمْ وَ لَا یُنْقَصُ مِنْھُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِیْ فِیْ شِمَالِہٖ ھٰذَا کِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اَسْمَآءُ اَھْلِ النَّارِ وَ اَسْمَآءُ اٰبَآئِھِمْ وَ قَبَائِلِھِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰٓی اٰخِرِھِمْ ...... اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ

مشکوۃ المصابیح ، باب الایمان بالقدر، صفحہ ۳۰

ترجمہ :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دستِ اقدس میں دو کتابیں تھیں ، فرمایا کہ کیا جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں ؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بغیر بتائے نہیں جانتے تو آپ نے دائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العلمین کے پاس سے آئی ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ دادا اور قبیلوں کے نام

ہیں، پھر آخر تک کی میزان لگا دی گئی ہے لہٰذا ان میں کبھی زیادتی اور کمی نہیں ہو سکتی۔ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے آئی ہے۔ اس میں دوزخیوں کے نام اور ان کے باپ دادا کے اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کی میزان لگا دی گئی ہے۔ ..... حدیث کے آخر تک

فائدہ :

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جو انسان پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوگا اور جو جن پیدا ہو چکا ہے یا ہوگا سب کا علم ہے اور پھر یہ بھی علم ہے کہ وہ جنتی ہوگا یا جہنمی ہوگا کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر جنتی کا نام اور ہر جہنمی کا نام درج ہے اور جنت اور جہنم صرف جنوں اور انسانوں کے لیے ہے اور یہ بھی بات ثابت ہو گئی کہ حضور ہر شخص کے باپ کو بھی جانتے ہیں حالانکہ یہ راز بہت پوشیدہ ہے۔ اور قبیلوں کا بھی حضور علیہ السلام کو علم ہے مگر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ سب کمال اللہ کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں۔

اب قارئین غور فرمائیں، جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ اہل حدیث ہے۔ جو شخص حضور علیہ السلام کے علم غیب کی مخالفت کرے وہ اہل حدیث نہیں ہو سکتا۔ موجودہ دور کے وہابیوں اور دیوبندیوں کو سوچنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۲

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ

اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِہِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ۔

مشکوٰۃ المصابیح، جلد اوّل، باب عذاب قبر صفحہ ۳۸

ترجمہ :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ تو اس صاحب کے متعلق کیا کہتا تھا یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق، تو مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آخر حدیث تک۔

فائدہ :

نمبر ۱ :- قارئین کرام ! اگر عام مسلمان ہزارہا من مٹی کے نیچے دفن ہونے کے باوجود لوگوں کے جوتوں کی آواز سن سکتا ہے تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کا کیا عالم ہوگا اور اولیاء اللہ کی سماعت کا کیا عالم ہوگا۔ لہٰذا جو مولوی یہ کہتے ہیں کہ قبروں والے سنتے نہیں وہ سراسر حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔ جو جوتوں کی آواز کو سن سکتے ہیں وہ فریاد کرنے والے کی فریاد کو ضرور سنتے ہیں۔ اسی لیے ہم اہل سنت و جماعت ولیوں کے درباروں پر جا کر عرض و معروض کرتے ہیں کیوں کہ وہ ہماری فریاد کو سنتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۲ :- یہ بھی معلوم ہوا کہ منکر نکیر ہر مرنے والے کی قبر میں آتے ہیں۔

اب اندازہ لگائیں کہ کتنے آدمی بیک وقت دفن ہوتے ہیں اور ہر قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کرائی جاتی ہے تو مسئلہ حاضر وناظر بھی حل ہو گیا یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام بیک وقت متعدد جگہ تشریف فرما ہو سکتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو حاضر وناظر نہ ماننے والے اس حدیث کے منکر ہیں اور وہ اہل حدیث نہیں کہلوا سکتے۔ اگر حضور کو حاضر وناظر مانیں تو پھر بصد شوق اہل حدیث کہلوائیں۔

حدیث نمبر (۳)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ فَلَمَّا صَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيْلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ

(   )

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا جب سعدؓ بن معاذ نے وفات پائی تو ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی طرف گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھ لی اور وہ اپنی

قبر میں رکھے گئے اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دراز تسبیح پڑھی، ہم نے بھی تسبیح پڑھی، پھر تکبیر کہی، ہم نے بھی تکبیر کہی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اولاً تسبیح پھر تکبیر کیوں کہی، فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی حتیٰ کہ اللہ نے کشادہ کر دی۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب میت کو دفن کر دیا جائے تو اس کے بعد اس کی قبر پر تسبیح وتکبیر پڑھ لی جائے تو جائز ہے، اسی لیے ہم آج قبر پر قرآن خوانی کرواتے ہیں اور اذان دلواتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر پر قرآن خوانی کرانا، تکبیریں کہنا، اذان دینا میت کو فائدہ مند ثابت ہوتا ہے اور پھر حضور علیہ السلام کا فرمانا کہ میت کی قبر کشادہ ہو گئی ہے اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضور قبر کے اندر کے حالات سے آگاہ ہیں اور کوئی دیوار حضورؐ کے سامنے آڑ نہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ حضورؐ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں سراسر غلط ہے۔ ساری خدائی حضور کے سامنے ہے۔ کوئی پہاڑ یا دیوار حضورؐ کے سامنے آڑ نہیں ہے، ہمارے آقا ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں۔

حدیث نمبر (۴)

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِيْ ۔

ترجمہ:

حضرت ابو معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہہ بنا دیتا ہے۔ پس میں بانٹنے والا ہوں، اور اللہ مجھے دیتا ہے۔

فائدہ:

قارئین کرام: یہ جملہ قابلِ غور ہے کہ اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے حضور علیہ السلام ہر فرد کو جو پیدا ہو چکا ہے یا پیدا ہوگا جانتے تھے، وہ کیسا ہوگا جیسا کہ حدیث میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ تو ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا ایک گروہ ایسا ہونے والا ہے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام ناجائز کو جائز اور جائز کو ناجائز، کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر کہے گا (معاذ اللہ) یہ ان کی ناسمجھی ہوگی۔

اسلام کو کفر اس طرح کہ حضور علیہ السلام کے در پر جاتے کو حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنے کو حضور علیہ السلام کے میلاد شریف کو، ان سب کو شرک کہے گا اور کفر کو اسلام اس طرح کہ توہینِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عین توحید سمجھے گا جیسا کہ تمام وہابیوں اور دیوبندیوں کے پیر مولوی اسمٰعیل علیہ ما علیہ جسے یہ لوگ شہید کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۳۲ پر لکھتا ہے:

"اولیاء اور انبیاء، جن اور شیطان، بھوت اور پری میں کچھ فرق نہیں ہے" معاذ اللہ

اور دوسری جگہ اسی کتاب کے صفحہ ۴۲ پر لکھتا ہے:

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے (معاذ اللہ)

پھر صراطِ مستقیم صفحہ ۱۳۶ پر لکھتا ہے:

(زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اس

جیسے بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے)" معاذ اللہ

اب قارئین بنظرِ انصاف غور فرمائیں کیا یہ دین ہے، نہیں کبھی نہیں۔ توہینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین نہیں ہو سکتی۔ یہ کفر ہے۔ اللہ کریم ہر شخص کو ایسے غلط مذہب سے بچائے جس میں توہینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنا توحید ہو اور دین ہو۔ اسی طرح یہ لوگ بے توفیقی کی وجہ سے درِ رسولِ پاک سے بغاوت کرتے ہیں کہ قبروں سے کچھ نہیں ملتا۔ لہٰذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در سے مرادیں مانگنا شرک ہے، حالاں کہ حضور علیہ السلام نے واضح فرما دیا ہے کہ اللہ مجھے دیتا ہے میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ کے خزانوں میں کون کون سی چیز ہے: اللہ کے خزانوں میں سب کچھ ہے۔ جب اللہ کے خزانوں میں سب کچھ ہے تو ان کو تقسیم کرنا میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہے۔ فقیر جب مانگتا ہے تقسیم کرنے والے سے مانگتا ہے۔

تو اب معلوم ہوا کہ اللہ کے خزانوں میں سب کچھ ہے اور حضور علیہ السلام سب کچھ عطا فرما سکتے ہیں، مال و دولت، عزت و اولاد وغیرہ وغیرہ ہر چیز حضور علیہ السلام دیتے ہیں جو ان چیزوں کا انکار کرے گا وہ اہلِ حدیث نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ یہ تمام کمالات سرکارِ مدینہ کو اللہ کریم نے عطا فرمائے ہیں۔

حدیث نمبر ۵

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدٍ قَالَ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَاْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وُضُوْءِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔ (   )

ترجمہ :

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے گئیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ ؐ! میرا بھانجا بیمار ہے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر وضو فرمایا میں نے وضو کا پانی پیا، پھر میں آپ کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جو آپ کے کندھوں کے درمیان مسہری کی گھنڈی کی طرح تھی۔

فائدہ :

قارئین حضرات اس حدیثِ پاک سے یہ واضح ثابت ہوتا ہے کہ بیماری اور مشکل کے وقت بزرگوں کے پاس جانا جائز ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو حضور علیہ السلام فرما دیتے کہ میرے پاس مت آؤ، جاؤ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ اللہ کریم صحت عطا فرمائے گا۔ مگر حضور علیہ السلام نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ حاضر ہونے والوں کے حق میں دُعا فرمائی اور حضرت سائب بن یزید کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ صحت یاب ہو گئے۔ پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام بیماریوں اور مصیبتوں کو دفع کرنے والے ہیں۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ رضؓ کے پیر ہیں یعنی مرشد اور تمام صحابی سرکار کے مرید ہیں۔ صحابی کے اس فعل سے معلوم ہو گیا کہ بیماری کے وقت، مصیبت کے وقت اور مشکل کے وقت پیروں کے پاس جا کر دُعا کرانا اپنی مشکل، مصیبت، بیماری وغیرہ ان کے سامنے بیان کرنا قطعاً شرک نہیں ہے کیوں کہ صحابی شرک نہیں کرتے۔ نہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شرک کی اجازت دیتے ہیں بلکہ رد کرنے کی بجائے سرکار نے فرمایا میرے صحابہ کی پیروی کرو یہ راہِ ہدایت پر ہیں یعنی جو ان کی طرح مصیبت میں، بیماری میں، مشکل وقت میں، پیروں فقیروں

اولیاء اللہ کے پاس جائے گا وہ راہِ ہدایت پر ہے مگر عجیب اہل حدیث ہیں، یہ ان تمام کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر واقعۃً یہ لوگ اہل حدیث ہوتے تو پیروں، بزرگوں کے پاس جانے کی مخالفت نہ کرتے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے جسمِ اطہر سے لگا ہوا پانی پاک ہے اور تبرک ہے اور بزرگوں کا تبرک لینا جائز اور باعثِ برکت ہے اور مصیبتوں کو دور کرنے والا ہے حالانکہ عام آدمی کے وضو یا غسل کا استعمال شدہ پانی نہ پینا جائز ہے، نہ اس کا استعمال جائز ہے۔

حدیث نمبر (۶)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰىكُمْ مِّنْ بَعْدِيْ۔

(مسلم و بخاری)

ترجمہ :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدے پورے کرو، خدا کی قسم میں تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

فائدہ :

حضرات قارئین ! اس حدیث کے نکتہ قابلِ غور ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود تو مصلے پر کھڑے ہو کر امامت فرما رہے ہیں اور آپ کے پیچھے دو لاکھ یا چار یا اس سے بھی زیادہ نمازی نماز پڑھ رہے ہوں تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں خدا کی قسم میں سب نمازیوں کے رکوع اور سجدہ کو دیکھ رہا ہوں، خواہ وہ نمازی کتنے ہی فاصلہ پر کیوں نہ ہو۔

اس حدیث پاک سے یہ واضح ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے ہر غلام کی ہر حرکت

کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ سرکار کا رخِ انور تو کعبہ شریف کی طرف ہے مگر پیچھے کھڑے ہونے والوں سے میرے آقا بے خبر نہیں۔ جس محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں اتنی قوت ہے کہ ہر نمازی کی ہر حرکت کو دیکھ سکتے ہیں کیا وہ نماز کے علاوہ نہیں دیکھ سکتے؛ یقیناً دیکھ سکتے ہیں اور قیامت تک کے ہر نماز پڑھنے والے نمازی اور غیر نمازی کی حرکات کو دیکھ رہے ہیں جیسا کہ مِنۡ بَعۡدِیۡ کے الفاظ وضاحت کر رہے ہیں کہ میرے بعد بھی تم لوگ جو فعل کرو گے میں ان کو دیکھ رہا ہوں گا تو اس حدیث پاک کی رو سے مسئلہ حاضر ناظر بھی حل ہو گیا کیوں کہ دیکھ وہی سکتا ہے جو حاضر بھی ہو اور ناظر بھی۔ تو اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جس شخص کا عقیدہ اس حدیث کے برعکس ہو گا وہ اہل حدیث نہیں ہو سکتا۔ اہل حدیث وہ شخص ہی ہو سکتا ہے جو حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کا قائل ہو اور اس کا عقیدہ ہو کہ حضور علیہ السلام ہمارے ہر فعل کو دیکھ رہے ہیں۔

حدیث نمبر (۷)

وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الۡاِمَامُ لِيُؤۡتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوۡا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنۡصِتُوۡا (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب تلاوت کرے تو تم خاموش رہو۔

فائدہ:

قارئین حضرات! اس حدیث پاک میں اہل سنت و جماعت کی زبردست تائید ہے

کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اگر پیروی نہیں کرتا تو حدیث کے خلاف کرتا ہے۔ جو حدیث کے خلاف کرے مجرم بھی ہے اور نماز بھی نہیں ہوتی اس لیے ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے بدمذہب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیوں کہ وہابیوں اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اگر نماز میں آ جائے تو زنا، جماع اور بیل اور گدھے سے بُرا ہے۔ معاذ اللہ۔ (دیکھیے ان کی کتاب صراطِ مستقیم صفحہ ۱۳۶ مصنف شاہ اسمٰعیل علیہ ماعلیہ) جو وہابیوں اور دیوبندیوں کا امام ہے۔ ہمارے نزدیک یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ لہٰذا ایسے حضرات کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیے جو یہ کہتے ہیں جی نماز ہی پڑھنا ہے خواہ وہابی ہو، خواہ دیوبندی ہو کوئی ہو ہماری سب کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ استغفر اللہ! یہ فیصلہ بالکل غلط ہے۔ حضور علیہ السلام کے گستاخ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ خواہ وہ کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو اللہ کریم اپنے محبوب کا صدقہ ایسے بدمذہب کی پیروی سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین ثم آمین آگے حدیث کے لفظ ہیں جب امام تکبیر کہے تم تکبیر کہو، جب امام تلاوت کرے تم خاموش۔ اب یار لوگوں کو جو اپنے آپ کو اہلحدیث وہابی کہلواتے ہیں اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے کہ اتنی واضح حدیث کے باوجود اس بات پر بضد ہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے جب کہ حضور علیہ السلام نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور خاموشی کا حکم دیا ہے تو جو لوگ اس واضح فرمان کے باوجود اپنی ضد کو نہ چھوڑیں وہ اہل حدیث کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اہل حدیث تو وہی ہو سکتے ہیں جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھیں۔

حدیث نمبر (۸)

وَعَنۡ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِكَبۡشٍ اَقۡرَنٍ يَطَاُ فِيۡ سَوَادٍ وَيَبۡرُكُ فِيۡ سَوَادٍ وَيَنۡظُرُ فِيۡ سَوَادٍ فَاُتِيَ بِهٖ لِيُضَحِّيَ بِهٖ قَالَ يَا عَائِشَةُ هَلُمِّيۡ

اَلْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اَشْحَذِيْهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَخَذَهَا وَاَخَذَ الْكَبْشَ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ ۔

ترجمہ :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ والے بکرے کا حکم فرمایا جو سیاھی میں چلے اور سیاہی میں دیکھے آپ کی خدمت میں وہ حاضر کیا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں۔ پھر فرمایا عائشہؓ ! چھری لاؤ، پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کرو، میں نے تیز کیا پھر آپ نے چھری پکڑی اور بکرے کو پکڑ کر لٹایا، پھر اسے ذبحہ کیا پھر فرمایا، بسم اللہ الٰہی اسے محمدؐ وآلِ محمد واُمتِ محمد کی طرف سے قبول فرما پھر اس کی قربانی کی ۔

فائدہ :

قارئین حضرات ! اس حدیث پاک سے واضح طور پر ثابت ہوگیا ہے کہ کسی کے نام کا بکرا، مینڈھا دینا جائز ہے ۔

اگر یہ ناجائز ہوتا تو حضور علیہ السلام کسی کے نام کا بکرا، مینڈھا یا دُنبہ نہ دیتے۔ حضور علیہ السلام کے اس فعل مبارک سے ثابت ہوا کہ پیروں، بزرگوں یا دیگر مسلمانوں کے نام کے، بکرے دُنبے وغیرہ دینا جائز اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ بھی مسئلہ واضح ہوگیا کہ ثواب پہنچتا ہے۔ ہم اہلِ سنت وجماعت اسی کو گیارہویں شریف کہتے ہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا اسی لیے ہم اہلِ سنت کہتے ہیں کہ نبی پاک نے گیارہویں دی کیوں کہ بڑی عید کا دن گیارہویں کا دن ہے اور حضور علیہ السلام نے بکرا ذبح کرتے

وقت اپنی ساری آل کو ایصالِ ثواب کیا تو جب غوث پاک کے روح کو ثواب پہنچا تو گیارھویں بن گئی اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما و دیگر آلِ پاک کے روح کو ثواب پہنچا تو نیازِ حسین بن گئی ۔

تو اب قارئین ! سوچنے کی بات یہ ہے جو گیارھویں شریف اور نیازِ حسین کو شرک اور کفر اور حرام کے فتوے لگائے وہ کیونکر اہل حدیث ہو سکتا ہے۔ اہلِ حدیث تو وہ ہی ہو سکتا ہے جو گیارہویں شریف اور نیازِ حسین کو جائز اور سُنّتِ رسول سمجھے ۔

حدیث نمبر ⑨

وَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ ۔ (بخاری)

ترجمہ :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دُعا کرتے اور عرض کرتے الٰہی ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے تو تو بارش بھیجتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ ہم پر بارش بھیج تو حضرت انس فرماتے ہیں کہ بارش ہو جاتی تھی ۔

فائدہ :

حضرات قارئین ! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے یہ مسئلہ واضح ہوگیا ہے

کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسمِ گرامی مشکلوں اور مصیبتوں کا دور کرنے والا ہے اور حضور علیہ السلام کے نام کے صدقہ مصیبتیں اور مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ اللہ کی بارگاہ نبیوں، ولیوں، پیروں، فقیروں کے وسیلہ سے دُعا مانگنا عین جائز ہے اور جو دعا نبیوں، ولیوں، پیروں فقیروں کے وسیلہ سے مانگی جائے۔ اللہ کریم اسے شرف قبولیت بخشتا ہے۔ اس حدیث کے تحت اگر ہم اہل سنت وجماعت نبیوں، ولیوں، داتا صاحب یا خواجہ صاحب بابا فرید الدین یا حضرت میاں شیر محمد شرق پوری یا حضرت خواجہ سید پیر نور الحسن شاہ صاحب رحمہم اللہ علیہم اجمعین یا دیگر بزرگوں کے وسیلہ سے دعائیں مانگیں تو کونسا شرک ہے۔ صرف یار لوگوں نے خواہ مخواہ شرک کی فتویٰ بازی شروع کر رکھی ہے۔ اگر بزرگوں کے وسیلہ سے دُعا کرنا شرک ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کبھی ایسا نہ کرتے۔

حدیث نمبر (۱۰)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور اپنے ارد گرد والوں کو رُلایا پھر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت چاہی تو مجھے اس کی اجازت نہ دی گئی اور ان کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت مانگی اس کی مجھے اجازت دی گئی۔ پس قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔

فائدہ:

قارئین حضرات: اس حدیث پاک سے قبروں پر جانا جائز ثابت ہوا۔ آج جو لوگ قبروں پر جانے کی مخالفت کرتے ہیں وہ سراسر حدیث کے خلاف کہتے ہیں اگر قبروں پر جانا شرک ہوتا تو حضور علیہ السلام نہ قبروں پر جاتے اور نہ جانے کا حکم کرتے۔ پس معلوم ہوا بزرگوں، پیروں، فقیروں، ولیوں اور نبیوں کی قبروں پر جانا جائز اور حضور علیہ السلام کی سنت ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضور علیہ السلام کی محترم تھیں۔ اور پھر قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے رب سے اجازت لے کر گئے۔ پس اللہ کریم نے اجازت دے دی تو معلوم ہوا کہ اللہ کریم قبروں پر جانے سے منع نہیں کرتا۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کریم قبروں پر جانے سے روکتا ہے وہ اللہ پر جھوٹ بولتا ہے جو اللہ پر جھوٹ لگائے اس کی سزا جہنم ہے۔

اِعتراض

وہابی کہتا ہے شاہ صاحب دیکھو ہم کہتے تھے کہ حضور کے والدین جنتی نہیں اور نہ ہی مسلمان ہیں۔ اگر جنتی ہوتے یا مسلمان ہوتے تو حضور علیہ السلام کو دُعا مغفرت کی اجازت مل جاتی جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو گیا ہے۔

جواب:

جناب دعا مغفرت سے اس لیے نہیں روکا گیا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے والدین

جنتی نہیں یا مسلمان نہیں بلکہ اس لیے روکا گیا ہے کہ کسی دشمن رسول کو یہ کہنے کا موقعہ نہ مل جائے کہ حضور کے والدین جنتی نہیں تھے اور مسلمان نہیں تھے جیسا کہ پھر بھی آپ لوگوں نے اپنی تقریروں میں گلے پھاڑ پھاڑ کر کہنا شروع کر رکھا ہے ۔

فرمایا اے محبوب ! تم دعائے مغفرت نہ کرو کیوں کہ یہ تو پہلے ہی ایمان والے لوگ ہیں اور بخشے ہوئے ہیں کیوں کہ گندے برتن میں دودھ نہیں ڈالا جاتا ، برتن پہلے صاف ہوتا ہے پھر دودھ ڈالا جاتا ہے ۔ اے محبوب ! تیرے والدین پہلے سے ہی بخشے ہوئے ہیں اور کفر و شرک کی گندگی سے پاک اور صاف ہیں اور اے محبوب تجھے اس پشت اور اس رحم میں ہم نے نہیں رکھا تھا جس میں کسی قسم کی کمی ہوتی ۔ پہلے دونوں جسم صاف تھے پھر ہم نے تیرے نور کو ان میں رکھا ہے ۔

حدیث نمبر ۱۱

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ رَافِعُ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ (احمد ۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس حجرے میں جایا کرتی تھی جس میں رسولِ خدا مدفون تھے اور میں اپنی چادر وغیرہ کو اتار کر رکھ دیتی تھی اور دل میں کہتی کہ یہ میرے شوہر دفن ہیں اور یہ میرے باپ ابوبکر ہیں ان سے شرم و حجاب کیا اور پھر جب

حضرت عمر فاروق کو اس حجرے میں دفن کیا گیا تو قسم ہے خدا کی میں کبھی حجرے میں داخل نہیں ہوئی مگر اس حال میں کہ اپنے جسم پر کپڑے لپیٹے ہوئے ہوتی ، عمر کے حیا کے سبب ۔

فائدہ :

حضرات قارئین ! حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس قول اور فعل سے یہ ثابت ہوا کہ نبیوں اور ولیوں اور دیگر اللہ والوں کی نظر کے سامنے ہزاروں من مٹی کے تودے حائل نہیں ہو سکتے ۔ نبی ، ولی ، پیر ، فقیر ہر آنے جانے والے کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور ہر نقل و حرکت کو دیکھتے ہیں ۔ اسی لیے ہم اہل سنت و جماعت جب کسی پیر فقیر بزرگ ولی کے مزار پر حاضری دیتے ہیں تو پہلے وضو کرتے ہیں ، سر پر کپڑا باندھتے ہیں اور با ادب ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور ایسا ہی کرنا چاہیے کیوں کہ صاحب مزار ہر آنے والے کی ہر حرکت کو دیکھ رہے ہوتے ہیں ۔ مزید یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی قبروں پر جایا کرتی تھیں ۔

لہٰذا یہ کہنا کہ نبیوں ، ولیوں ، پیروں ، بزرگوں اور من جملہ اصحاب مزارات کو کچھ پتہ نہیں کہ کون آیا ہے اور کون گیا ہے ۔ یہ سراسر غلط ہے اور حدیث کے خلاف ہے ۔

حدیث نمبر ۱۲

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ۔

(ابوداؤد ۔ نسائی)

ترجمہ:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میری ماں فوت ہوگئی پس کونسا صدقہ بہتر ہے، فرمایا آپ نے، پانی۔ پس سعد نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ کنواں صدقہ ہے ام سعد کے لیے۔

فائدہ:

حضرات گرامی! حضور علیہ السلام کے اس فرمان نے واضح کر دیا ہے کہ کسی کے نام کا بکرا دینا یا کوئی اور کام کرنا یعنی بکرا چھترا دینا یا نیاز پکا کر تقسیم کرنا جائز ہے۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو حضور علیہ السلام حضرت سعد کو یہ حکم نہ دیتے کہ اے سعد اپنی ماں کے نام کا کنواں کھدوا دو۔ اب اس کنوئیں کا پانی پینا جائز ہے۔

آج بھی اگر غوث پاک یا کسی پیر، فقیر، ولی یا درویش کے نام کا کنواں کھدوا دیا جائے یا نیاز پکا کر تقسیم کر دی جائے تو کوئی شرک نہیں ہے، کھانا جائز ہے، کیونکہ اگر کنوئیں کا پانی جائز ہے تو نیاز کھانی بھی جائز ہے، کوئی حرج نہیں ہے۔ غوث پاک یا پیروں فقیروں اولا ولیوں کی نیازوں کو حرام کہنے والا حضور کے فرمان کی توہین کرتا ہے اور حدیث کے خلاف کرتا ہے۔

جو کوئی حدیث کے خلاف کرے گمراہ ہے۔ بندہ خواہ مخواہ حلال کھانوں کو حرام کہہ کر آخرت خراب نہ کرنا، مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔

حدیث نمبر (۱۳)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے سے وصال کرنے سے منع فرمایا تو حضور علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو وصال فرماتے ہیں تو فرمایا حضور علیہ السلام نے کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔

فائدہ:

حضرات قارئین! اس حدیث نے عام آدمی اور نبی میں واضح فرق بیان کر دیا ہے اب بھی اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام سے مماثلت کا دعویٰ کرے گا تو وہ جھوٹا ہے اور کاذب ہے پھر آگے حضور علیہ السلام نے فرمایا اَيُّكُمْ مِثْلِيْ کہ کوئی میری مثل ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر عجیب اہل حدیث ہیں یہ لوگ اس واضح فرمان کے باوجود ہر گنگو، بھاگو نتھو ستھو وغیرہ وغیرہ شور مچا رہے ہیں کہ ہم بھی حضور علیہ السلام کی مثل ہے۔ یہ ظلم کی انتہا ہے۔ کیونکہ غیر نبی ہو نبی کی مثل نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں ولی غوث قطب ہوں ایک صحابی کے برابر نہیں ہو سکتے اور تمام صحابی مل جائیں تو ایک نبی کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ تو پھر میرے

آقا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کون ہوسکتا ہے ؟ پس یہ کہنے والا کہ جیسے ہم بشر ہیں ویسے ہی رسول، کھلی گمراہی میں ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ ہمارا اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ خدا کی ساری خدائی میں حضورؐ کی مثل کوئی نہیں ہوسکتا

حدیث نمبر (۱۴)

وَ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ وَ یَسْتَلِمُ الرُّکْنَ بِمِحْجَنٍ مَّعَہٗ وَ یُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ ۔ (مسلم)

ترجمہ :

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے دیکھا۔ آپ اپنے ہاتھ کی چھڑی حجرِ اسود کو لگاتے اور چوم لیتے ۔

فائدہ :

اس حدیث پاک نے واضح طور پر اہلِ سنت وجماعت کے مذہب کی تائید فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام طواف فرما رہے تھے اور چھڑی حجرِ اسود سے لگا کر چوم لیتے تھے۔ حجرِ اسود ایک پتھر ہے جو جنت سے آیا ہوا ہے۔ اگر جنتی پتھر کو چومنا جائز ہے تو جنتی آدمی کے ہاتھوں کو چومنا کیوں جائز نہیں ؟ یقیناً جائز ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ جنتی پتھر ہی نہیں بلکہ جو چیز اس سے لگ جائے اس کو بھی چومنا جائز ہے ۔

اسی لیے ہم اہلِ سنت وجماعت قرآن کریم کے غلاف کو، نبیوں، ولیوں، پیروں فقیروں اور درویشوں کے ہاتھوں کو چومتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی جالی کو چومتے ہیں اور بزرگانِ دین کے تبرکات کو جو ان پاک لوگوں کے جسدِ اقدس سے

لگے ہوئے ہوں چومتے ہیں۔ یہ چومنا حضور علیہ السلام کی سنت ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے حجرِ اسود سے لگی ہوئی چھڑی کو چوما۔ آج اگر کوئی عقیدت مند اپنے پیر کے تبرکات کو چومتا ہے تو کفر و شرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ ان فتویٰ باز مولویوں کو چاہیے کہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں اور بے جا فتویٰ بازی سے باز رہیں ۔ مسلمانوں کو خواہ مخواہ کافر مشرک نہ کہیں ۔

حدیث نمبر (۱۵)

یہ روایت قصاص کے بیان میں آتی ہے ۔

حضرت انس بن مالکؓ کی پھوپھی نے ایک انصاری لڑکی کا دانت توڑ دیا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ حضور علیہ السلام نے قصاص کا حکم دیا تو حضرت انس بن نضرؓ نے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا دانت واللہ نہ توڑا جائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انسؓ ! اللہ کی تحریر قصاص ہے۔ پھر قوم راضی ہو گئی اور دیت قبول کر لی ۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ	کہ اللہ کے بندوں میں وہ ہیں کہ اگر اللہ
مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ	پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری
لَاَبَرَّہٗ ۔	کر دیتا ہے ۔

(مسلم وبخاری)

فائدہ :

حضرات قارئین ! حدیث کے لفظ قابلِ غور ہیں کہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ اللہ کریم ان کی بات کو پورا کرتے ہیں۔ اگر اللہ کا ولی کہہ دے کہ جا فلاں کام اس طرح ہو جائیگا

تو وہ اسی طرح ہوجائے گا یعنی اگر کہہ دیں کہ جا بیٹا ہوگی یا بیٹی ہوگی، مصیبت حل ہوجائے گی مشکل آسان ہوجائے گی تو اسی طرح ہوجائے گی جس طرح اس ولی اللہ کے منہ سے نکل جائیگی معلوم ہوا کچھ پیر بزرگ ولی درویش ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری ہوتی ہے۔ تو قارئین جب حضور علیہ السلام یہ فرماتے ہیں، اس دور کے چند مولوی اگر اس بات کا انکار کریں اور کہیں کہ ولی کچھ نہیں کرسکتے اور ولیوں، پیروں اور بزرگوں کے منہ سے نکلی ہوئی بات کی کچھ اہمیت کی حامل نہیں، وہ سراسر حدیث کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی لیے ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ ولی اللہ کے حکم کی تعمیل کی جائے اور ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری ہوتی ہے۔

حدیث نمبر (۱۶)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ ابوطلحہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن کفار قریش کے چوبیس سرداروں کی نعشوں کی نسبت یہ حکم دیا کہ ان کو بدر کے ایک کنوئیں میں جو ناپاک اور ناپاک کرنے والا تھا ڈال دیا جائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کسی قوم پر غالب آتے اور فتح حاصل کرتے تو میدان جنگ میں تین رات قیام فرماتے۔ چنانچہ بدر میں تین رات ٹھہرنے کے بعد آپ نے حکم دیا کہ آپ کی سواری پر کجاوہ باندھ دیا جائے۔ چنانچہ کجاوہ باندھ دیا گیا اور آپ اپنے صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے جب اس کنوئیں پر پہنچے جس میں سرداران قریش کو ڈالا گیا تھا تو آپ اس کے کنارے کھڑے ہوگئے اور ان سرداروں کو ان کے باپوں کا نام لے کر پکارنا شروع کیا: یعنی

يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَّيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ مسلم

(اے فلاں فلاں کے بیٹے اور اے فلاں فلاں کے بیٹے کیا تم کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہم نے اس چیز کو پالیا جس کا ہم سے ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی وہ چیز پالی جس کا تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا یعنی ہم کو تو فتح وکامیابی حاصل ہوگئی، کیا تم کو بھی وہ عذاب ملا جس کا تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا) حضرت عمرؓ نے یہ سن کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ان جسموں سے گفتگو فرمارہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم اس کو اچھی طرح سننے والے نہیں ہو (یعنی یہ تم سے زیادہ سننے والے ہیں فرق صرف اتنا ہے) کہ وہ جواب نہیں دیتے۔

فائدہ:

قارئین حضرات! اس حدیث پاک نے اہل سنت وجماعت کو سچا قرار دیا ہے اور واضح ثابت کردیا ہے کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب حق ہے اور قرآن وحدیث کے مطابق ہے کیوں کہ ہم اہل سنت وجماعت لوگوں کا عقیدہ ہے کہ قبروں والے سنتے ہیں

کیوں کہ حضور علیہ السلام نے کافروں کے نام اور ان کے باپوں کے نام لے لے کر پکارا جو جنگ میں واصلِ جہنم ہو چکے تھے (مر چکے تھے) تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آپ کی آواز سنتے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سے زیادہ سنتے ہیں. صرف یہ جواب نہیں دے سکتے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مردے آواز سنتے ہیں تو قارئین قابلِ غور بات ہے کہ جب کافر مردے سنتے ہیں تو نبی ولی پیر پیغمبر درویش کیوں نہیں سن سکتے. سنتے ہیں ضرور سنتے ہیں۔

جو قرآن میں آیا ہے کہ ان کے پاس نہ جاؤ۔ یہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے تو اس جگہ بُت مراد ہیں کیوں کہ کافر لوگ اپنے بتوں کے سامنے جا کر عرض و معروض کرتے تھے تو خالقِ کائنات نے فرمایا ان بتوں کے پاس نہ جایا کرو یہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی ولی پیر پیغمبر پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتے وہ بد دیانتی اور خیانت سے کام لیتے ہیں۔ جو آیات بتوں کے متعلق آئی ہیں ان کو نبیوں، ولیوں، پیروں فقیروں اور درویشوں پر چسپاں کرتے ہیں جو سراسر غلط اور گمراہی ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ مردے پکار سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ اور قبر والے تمہاری جوتیوں کے چلنے کی آواز بھی سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ نبی ولی پیر پیغمبر کسی پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتے۔ اس حدیث کے خلاف ہے جو حدیث کے خلاف ہو وہ اہلِ حدیث نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر (۱۷)

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّھَا اَخْرَجَتْ جُبَّۃَ طَیَالِسَۃٍ کِسْرَوَانِیَّۃٍ لَھَا لِبْنَۃُ دِیْبَاجٍ وَ

فَرْجَیْھَا مَکْفُوْفَیْنِ بِالدِّیْبَاجِ وَقَالَتْ ھٰذِہٖ جُبَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ عِنْدَ عَائِشَۃَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُھَا وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُھَا وَنَحْنُ نَغْسِلُھَا لِلْمَرْضٰی نَسْتَشْفِیْ بِھَا۔ (مسلم و مشکوٰۃ)

ترجمہ:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانی جُبّہ نکالا جس میں سنجاف کے طور پر ایک ریشمی ٹکڑا گریبان میں لگا ہوا تھا اور جب کہ دونوں چاکوں پر بھی ریشمی کپڑا لگا ہوا تھا اور پھر کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جُبّہ حضرت عائشہ رض کے پاس تھا۔ جب آپ نے وفات پائی تو یہ مجھ کو مل گیا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی پہنتے تھے اور اب ہم اس کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے بیماروں کے لیے شفا طلب کرتے ہیں۔

فائدہ:

محترم قارئین! اس روایت سے اہلِ سنت وجماعت پر جو الزام موجودہ دور کے فتویٰ باز مولوی لگاتے ہیں، سب دور ہو گئے اور اہلِ سنت وجماعت مذہب رکھنے والوں کی زبردست تائید ہو گئی۔

آج اگر ہم لوگ کہہ دیں کہ فلاں نبی ولی، پیر، پیغمبر، بزرگ کی نعلین کی برکت سے یا جبہ کی برکت سے یا ان کی روئی کے بچے ہوئے ٹکڑے کی برکت سے فلاں بیماری فلاں بیماری جاتی رہی یا فلاں مصیبت ٹل گئی یا فلاں مشکل حل ہو گئی تو شور برپا کر دیا جاتا ہے

اور فتویٰ باز مولوی اپنے کفر و شرک کے فتوے تیار کرنے والی مشینوں کو چلا کر فتویٰ پہ فتویٰ لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت اسمار رضی اللہ عنہا کی اس روایت نے تمام ایسے کم ظرف مولویوں کے منہ پر تھپڑ رسید کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے جبہ شریف لگا ہوا پانی بیماریوں اور مصیبتوں کا دور کرنے والا تھا اور اب میں ان فتویٰ باز مولویوں کو پوچھتا ہوں کہ بتائیے صاحب جو صحابہ یا ان کی بیویاں یہ عقیدہ رکھ کر کہ حضور علیہ السلام کے جُبّہ شریف سے لگا ہوا پانی بیماریوں کو دور کرنے والا ہوگا یا مصیبتوں کو ٹالنے والا ہوگا۔ پینے یا پینے جاتے تھے کیا وہ کافر تھے۔ معاذاللہ یا مشرک تھے معاذاللہ۔

جواب :

نہیں وہ کافر نہ تھے نہ مشرک تھے وہ تو حضورؐ کے صحابہ تھے جن سے کفر و شرک کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا آج اگر کوئی عقیدت مند اپنے پیر کے دربار کا تبرک یا بچا ہوا روٹی کا ٹکڑا لے لے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اس تبرک کی برکت سے بیماری دور ہو جائے گی یا مصیبت ٹل جائے گی یا گھر میں رکھنے سے برکت ہو جائے گی تو کوئی شرک نہیں بلکہ یہ عقیدہ صحابہ کا عقیدہ ہے اور اس روایت پر عمل ہے۔

حدیث نمبر (۱۸)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَ مَثَلُ الْاِیْمَانِ کَمَثَلِ الْفَرَسِ فِیْ اٰخِیَّتِهٖ یَجُوْلُ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی اٰخِیَّتِهٖ وَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَسْهُوْ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَی الْاِیْمَانِ فَاَطْعِمُوْا طَعَامَکُمُ الْاَتْقِیَاءَ وَ اَوْلُوْا مَعْرُوْفَکُمُ الْمُؤْمِنِیْنَ (بیہقی و مشکوٰۃ)

ترجمہ :

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار آدمی ایماندار گھوڑے کے مانند ہے جو رسی میں بندھا ہوا ہو کہ وہ اس رسی میں ہر طرف پھرتا ہے اور پھر اپنی جگہ پر آجاتا ہے۔ اسی طرح مومن بھی سہو اور غفلت کرتا ہے اور پھر ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے۔ پس تم اپنا کھانا پرہیزگار لوگوں کو کھلاؤ اور اپنی بخشش سارے مسلمانوں کو دو۔

فائدہ :

قارئین : اس حدیث پاک نے ہر انسان کی ساری زندگی ایک شیشے کی طرح سامنے رکھ دی ہے کہ ہر انسان دیکھ سکے کہ ایماندار کون ہے اور بے ایمان کون؟ ایماندار کی ساری زندگی کس طرح ہوگی اور بے ایمان کی زندگی کس طرح گزرے گی بے ایمان کی ساری زندگی بدعقیدگی میں گزرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے ہوئے ولیوں بزرگوں پیروں اور اللہ والوں کی توہین کرتے ہوئے، ملک اور قوم کی دشمنی کرتے ہوئے اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے اور حقوق اللہ کے پرخچے اڑاتے ہوئے گزرتی ہے۔ ایماندار بندھے ہوئے گھوڑے کی مانند ہے جس طرح گھوڑا اِدھر اُدھر پھرتا رہتا ہے پھر اپنی اصل جگہ پہ آجاتا ہے۔

ایماندار سے اگر حقوق اللہ میں سُستی ہو بھی جائے، نیکی کرنے میں کوتاہی ہو بھی جائے کچھ دیر بعد وہ پھر حقوق اللہ کی طرف لوٹ آتا ہے۔ نیک عمل کرنے شروع کر دیتا ہے جیسا کہ نماز روزہ، صلہ رحمی، توفیق ہو تو حج، زکوٰۃ اور حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ و سلام، صدقہ خیرات، محفل میلاد، عرس بزرگان میں شرکت، محفل گیارھویں شریف وغیرہ وغیرہ۔

آگے حضور علیہ السلام نے فرمایا کھانا پکا کر پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور سب مسلمانوں کو

ایصالِ ثواب کرو۔

حضرات یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔ کھانا پکاؤ اور پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور فوت شدہ مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کرو۔

اب اس فرمان کے بعد قُل، ساتواں یا چالیسواں کے خلاف فتویٰ بازی کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی کیوں کہ ہم حضور علیہ السلام کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے تو اس کے گھر والے تیسرے دن یا ساتویں دن یا چالیسویں دن (جس کو ہم عرفِ عام میں قُل، ساتا، چالیسواں کہتے ہیں) کھانا پکاتے ہیں اور علما کو بلاتے ہیں (کیوں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے پرہیزگاروں کو کھانا کھلاؤ) نیک سمجھتے ہوئے دعوت دیتے ہیں کہ آؤ، فوت شدہ کو ایصالِ ثواب کرو۔ تاکہ حضور علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ہوجائے۔

سوال:

شاہ صاحب کیا یہ ضروری ہے کہ تیسرے دن یا ساتویں دن یا چالیسویں دن، ایصالِ ثواب کیا جائے؟

جواب:

یہ ضروری نہیں کہ تیسرے دن، یا ساتویں دن یا چالیسویں دن، ایصالِ ثواب کرے یا صرف تین دفعہ ہی کرے۔ جس دن جی چاہے ایصالِ ثواب کرے، جتنی دفعہ جی چاہے کرے مگر ایک دفعہ ضروری ہے تاکہ حضورؐ کے حکم کی تعمیل ہوجائے جیسا کہ سرکار کی زبان پاک سے ثابت ہے۔

سوال:

شاہ صاحب یہ جو رواج بن چکا ہے جن گھر والوں کا فوت ہوجائے ان کے گھر پر قل کے دن ساتواں کے دن اور چالیسواں کے دن ضرور جانا ہوتا ہے کیا یہ ضروری ہے؟

جواب:

ضروری تو صرف اخلاقی لحاظ سے ہی ہے کہ فوت ہونے والا آپ کا رشتہ دار تھا۔ قریبی تھا، آؤ ذرا مل کر تلاوتِ قرآنِ کریم کریں۔ صلوٰۃ وسلام پڑھیں تاکہ زیادہ سے زیادہ پڑھ سکیں اور پھر ایصالِ ثواب کردیں۔

سوال:

شاہ صاحب یہ جو قُل ساتا، چالیا کے دن مقرر کرتے ہیں یہ کیوں مقرر کرتے ہیں جب کہ آپ فرماتے ہیں ایصالِ ثواب جب چاہیں ہوسکتا ہے؟

جواب:

دن مقرر اس لیے کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی فاتحہ خوانی کرنے یا افسوس کے لیے آئے تو صاحبِ خانہ گھر میں موجود ہی نہ ہو تاکہ آنے والے کو پریشانی نہ ہو کہ میں وارثوں سے مل کر افسوس اور غم بھی نہ کرسکا۔

حدیث نمبر (۱۹)

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ اَرْسَلَنِیْ اَهْلِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّآءٍ وَّ كَانَ اِذَآ اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَيْنٌ اَوْ شَیْءٌ بَعَثَ اِلَيْهَا مِخْضَبَةً وَ اَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَتْ تُمْسِكُهٗ فِیْ جُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَخَضْخَضَتْهُ لَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ قَالَ فَاطَّلَعْتُ فِی الْجُلْجُلِ فَرَاَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرَآءَ (بخاری، مشکوٰۃ)

ترجمہ :

حضرت عثمان بن عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں مجھ کو میرے گھر والوں نے پانی کا ایک پیالہ دے کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ عادت یہ تھی کہ جب کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیماری ہوتی تو ام سلمہؓ کے پاس پانی کا ایک پیالہ بھیجا جاتا۔ ام سلمہ حضور علیہ السلام کا بال مبارک نکالتیں جو چاندی کی ایک نلکی میں بند رہتا تھا اور اس بال کو پانی میں ڈال کر حرکت دیتیں اور پھر اس پانی کو مریض کو پلا دیا جاتا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے چاندی کی اس نلکی میں جھانک کر دیکھا تو اس میں حضور علیہ السلام کے کئی سرخ بال مبارک تھے۔

فائدہ :

قارئین حضرات : جب کوئی صحابہ کرام میں سے یا ان کے بچوں یا بیویوں میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ پانی کا پیالہ لے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوتا اس غرض سے کہ ان کے پاس حضور علیہ السلام کے موئے مبارک ہیں ان کی برکت سے ہماری بیماری کی مصیبت ٹل جائے گی اور شفا ہو گی۔ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کو پانی کے پیالہ میں ڈبو دیتیں اور پانی کا پیالہ مریض کو پلا دیتیں تو صحابہ پاک کا فرمان ہے کہ حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کی برکت سے ہماری بیماری کی مصیبت ٹل جاتی، مریض صحت یاب ہو جاتا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کی برکت سے بیماری دور ہو جاتی ہے اور نظر بد کا اثر زائل ہو جاتا ہے تو قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر موئے مبارک کے وسیلہ سے بیماری دور ہو جاتی ہے تو حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات کیوں نہ مشکل کشا ہو گی۔ حضور علیہ السلام مشکل کشا ہیں اور ہماری مشکلیں حل فرماتے ہیں اور حل فرماتے رہیں گے۔ قبر اور حشر میں ہر امتی کی مشکلیں حل فرمائیں گے۔ مزید یہ بھی معلوم ہوا ایسا عقیدہ رکھنے والا کہ بزرگوں، پیروں، ولیوں کے تبرکات کے وسیلہ سے اللہ کریم بیماریاں دور فرما دیتا ہے اور مشکل حل فرما دیتا ہے شرک

نہیں کیوں کہ یہ عقیدہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

حدیث نمبر (۲۰)

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ فَاِنِّیْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اُقْسِمُ بَیْنَکُمْ ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پہ کنیت نہ رکھو اس لیے کہ مجھ کو قاسم (یعنی تقسیم کرنے والا) مقرر کیا گیا ہے اور میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

فائدہ :

قارئین حضرات : حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ یہ اس لیے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی مثل کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ حضور کی مماثلت کا دعویٰ کرنے والا اس حکم کے خلاف کرتا ہے جو حضور علیہ السلام کے حکم کے خلاف کرے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے حکم کے خلاف کرنے والے کو مرتد سمجھتے ہوئے قتل کر دیا اور اللہ کریم نے قرآن میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کو درست قرار دیا کہ واقعی میرے نبی کے فیصلے کے خلاف کرنے والا مرتد ہے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور علیہ السلام کی مماثلت کرنے والا مسلمان نہیں رہ سکتا۔ آگے سرکار نے فرمایا میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے آپ کیا تقسیم کرتے ہیں، جو کچھ اللہ تعالیٰ کے خزانوں

میں ہے ہمارے آقا اس کے تقسیم کرنے والے ہیں تو اللہ کے خزانوں میں لڑکے بھی ہیں اور لڑکیاں بھی، رزق، دولت، عزت، جنت بھی، شرافت بھی۔ الغرض سب کچھ ہے جب اللہ کے خزانوں میں سب کچھ ہے تو ہر چیز حضور عطا فرمانے والے ہیں۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی موجودہ دور کے بائی دررسول مولوی کی کہ عطا فرمانے والا ٹھیک، عطیات ٹھیک، لینے والا کیسے مشرک ہوگیا اور پھر ظلم کی بات یہ ہے کہ دینے والا کہتا ہے میں دیتا ہوں، لینے والے اقرار کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہم کو دیتے ہیں۔ مگر یہ مولوی شور مچا رہے ہیں کہ نہ دینے والا دیتا ہے اور نہ لینے والوں کو ملتا ہے۔ اگر ان مولویوں کو حضور علیہ السلام کا گستاخ نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ عداوت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

حدیث نمبر (۲۱)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ۔ (مسلم مشکٰوۃ)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کے (ثواب) کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر تین کا ثواب برابر جاری رہتا ہے صدقہ جاریہ، دوسرا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور اولادِ صالح جو مرنے کے بعد اس کے لیے دُعا کرے۔

فائدہ: حضرات قارئین! حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے

اس کو تین عمل فائدہ دیتے ہیں

پہلا عمل صدقہ جاریہ مثلاً کنواں لگانا، مسجد بنوانا جس میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہو، توہین نہ ہو جیسا کہ وہابیوں دیوبندیوں کی مساجد میں حضور علیہ السلام کی توہین کی جاتی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ مسجد بنوا کر امام وخطیب اہل سنت وجماعت بریلوی حنفی مقرر کرے تاکہ مسجد عذاب کا باعث نہ بنے اور مدرسہ وغیرہ کی تکمیل کے بعد بھی یہی امر ملحوظ خاطر رہے۔

دوسرا عمل وہ علم جس سے نفع حاصل ہو مثلاً خود پڑھ کر اوروں کو پڑھائے کہ لوگ عالم بن کر حضور علیہ السلام کی تعریف کریں اور لوگوں کو خدا کی تعریف سنائیں۔ قرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ پڑھ کر ملک اور قوم کی خدمت کریں اور اسلام کی سربلندی کے لیے کام کریں

تیسرا عمل اولاد صالح ہے جو والدین کے مرنے کے بعد ان کے لیے بخشش کی دُعا کریں۔ پس معلوم ہوا کہ نیک اولاد وہ ہے جو مرنے کے بعد والدین کے لیے بخشش کی دُعا کرے جو والدین کے لیے دُعا کرے اور دُعا کو بدعت کہہ کر چھوڑ دے وہ بد اولاد ہے۔ اب فیصلہ قارئین کو خود کرنا ہوگا جو بعد از نماز جنازہ دعا نہ کرے وہ نیک اولاد ہے یا بد یا فاتحہ خوانی کے موقعہ پر دعا نہ پڑھے وہ کون ہے، حضور کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے جو والدین کے مرنے کے بعد دعا کرے وہ نیک اولاد ہے اور جو دُعا نہ کرے وہ بد اولاد ہے۔ اللہ کریم حضورؐ کا صدقہ بد اولاد سے ہر مسلمان کو بچائے۔

حدیث نمبر (۲۲)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ

صُورَةٍ قَالَ فِيمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْأَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ تَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۔اِلَى الْاٰخِرِ۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

ترجمہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا۔ خدا نے مجھ سے پوچھا ملائکہ مقربین کس معاملہ میں بحث کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ تو ہی خوب جانتا ہے۔ یہ سن کر خداوند تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھ کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا علم ہو گیا تو پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی (اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمینوں کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جاوے)

فائدہ:

قارئین حضرات! حضور علیہ السلام کی اس حدیث نے مسئلہ واضح کر دیا ہے کہ حضورؐ نے اپنے رب العالمین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تو پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میرے اللہ نے اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھے اور میں نے سینے میں ٹھنڈک محسوس کی اور مجھ کو خدائی کی ساری خدائی کا علم ہو گیا۔ اب جو لوگ گلے پھاڑ

پھاڑ کر یہ دہائی دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ مرنا تو ایک دن سب کو ہے، کہیں تعصب کی وجہ سے اپنی آخرت خراب نہ کر لیں کیوں کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں مجھ کو ساری خدائی کا علم ہے اور یہ یار لوگ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلواتے ہیں انکار کر رہے ہیں۔ اتنی واضح حدیث کے باوجود بھی یہ لوگ حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار کریں تو پھر میں ان کو منکرِ حدیث نہ کہوں اور کیا کہوں۔ اس حدیث کے تحت ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم ہے جو خدا کی خدائی میں ہے۔ یہ کمال سرکار کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے

حدیث نمبر (۲۳)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَّاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔ (مسلم و بخاری)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر سے گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیے جا رہے ہیں اور کسی بڑی چیز

میں عذاب نہیں دیے جا رہے، ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا پھر آپ نے ایک ہری تر شاخ لی اور اسے چیر کر دو حصے فرمائے پھر ہر قبر میں ایک گاڑ دی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے یہ کیوں کیا تو فرمایا کہ شاید جب تک یہ نہ سوکھیں تب تک ان کا عذاب ہلکا ہو۔

فائدہ :

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام زمین کے اندر کے حالات جانتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کوئی دیوار یا پہاڑ یا دیگر اس جیسے حجابات حضور علیہ السلام کی نظر کے سامنے حائل نہیں ہو سکتے، سرکار کی نظر سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور اسی کو علمِ غیب کہتے ہیں۔ یاد رہے دیکھ وہ سکتا ہے جو حاضر بھی ہو اور ناظر بھی تو مسئلہ حاضر و ناظر بھی حل ہو گیا تو دوسرا مسئلہ یہ بھی حل ہوا کہ حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس شخص کو پیشاب سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمارے ہر عمل سے واقف ہیں۔ تیسرا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ قبروں پر ہری شاخ رکھنا اور فرمانا کہ جب تک یہ شاخ ہری رہے گی عذابِ قبر نہ ہوگا ثابت کرتا ہے کہ قبروں پر پھول چڑھانا، یا ہری شاخ یا پھول والے پودے لگانا جائز ہے اور ایسا کرنے سے صاحبِ مزار کو فائدہ ہوتا ہے اسی لیے ہم اہلِ سنت وجماعت قبروں پر پھولوں کی چادریں چڑھاتے ہیں جو شخص اس عمل کی مخالفت کرے اسے منکرِ حدیث نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟

اگر یار لوگ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے تو قبروں پر پھول چڑھانے کی مخالفت نہ کرتے۔

حدیث نمبر (۲۴)

وَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحَسَنِ عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلَّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ سَلَّمَ وَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَ إِذَا خَرَجَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

(ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، مشکوٰۃ)

ترجمہ :

حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ اپنی دادی حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے درود بھیجتے محمدؐ پر اور سلام یعنی یہ الفاظ فرماتے صل علی محمد وسلم اور پھر یہ دعا کرتے الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلتے تو پھر صل علی محمد وسلم پڑھتے اور فرماتے یا رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

فائدہ :

حضرات جب اہلِ سنت وجماعت سے تعلق رکھنے والے شمع رسالت کے پروانے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ہدیہ نعت یا درود وسلام پیش کرتے ہیں تو وہابی اور

دیوبندی علماء حضور علیہ السلام کے پروانوں، غلاموں پر فتویٰ بازی شروع کر دیتے ہیں۔ دراصل بار لوگوں کو حضور علیہ السلام کی نعت شریف اور درود شریف بھلا نہیں لگتا۔ پھر یہ لوگ اپنے سینہ کی جلن کو جو حضور علیہ السلام سے عداوت کی آگ کی جلن ہے اس طرح ٹھنڈا کرتے ہیں کہ سرکار کے نعت خوانوں کو کافر مشرک اور بدعتی کہہ دیتے ہیں اور اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں اور درود پاک کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ حضورؐ کے زمانے میں یہ درود نہیں تھے لہٰذا تمام درودوں کو چھوڑ دینا چاہیے اور صرف درودِ ابراہیمی پڑھنا چاہیے۔ یہ درود جو سُنّی حضرات پڑھتے ہیں صل علی حبیبنا صل علی محمد یہ سب ان کے خودساختہ ہیں تو قارئین اس حدیثِ پاک نے واضح کر دیا ہے کہ صل علی حبیبنا صل علی محمدٍ کوئی نیا درود نہیں حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی پڑھا جاتا تھا بلکہ خود حضور علیہ السلام پڑھتے رہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے مگر موجودہ دور کے علماء یعنی وہابی دیوبندی اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر اتنی واضح حدیث کے باوجود یہ لوگ مخالفت کریں تو پھر ان کو منکرِ حدیث نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔

حدیث نمبر (۲۵)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَآءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ

وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَآءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ

(بیہقی شریف، مشکوٰۃ)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہوتی ہے وہ ہر وقت اپنے متعلقین یعنی ماں باپ بھائی دوست کی طرف سے دُعا کی منتظر رہتی ہے اور جس وقت اس کو دعا پہنچتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دُعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے اور یقیناً زندہ کا مُردوں کے لیے تحفہ ان کے لیے دعائے مغفرت ہے۔

فائدہ:

قارئین حضور علیہ السلام نے مرنے والے کی حالت بیان فرمائی ہے اور فرمایا کہ گنہ گار مردے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جس طرح آدمی پانی میں ڈوبتے وقت کوئی سہارا تلاش کرتا ہے کہ کوئی مجھے غرق ہونے سے بچائے۔ اللہ کریم حضور علیہ السلام کا صدقہ ہم سب کو ہر عذاب سے بچائے اور عزت و عظمت کی زندگی ہر جہاں میں عطا فرمائے آمین ثم آمین

اسی طرح مردہ قبر میں اپنے عزیز و اقارب یعنی ماں باپ بہن بھائی رشتہ دار دوست یار بیوی بچوں کی دُعا کا منتظر رہتا ہے کہ کوئی میرے تعلق والا میرے لیے دعائے مغفرت کرے کہ میرا فائدہ ہو، میرا عذاب ہلکا ہو یا کم ہو یا درجات بلند ہوں۔ پس ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے تعلق والوں کے لیے دُعائے مغفرت کرے، بے وفا نہ بنے کیوں کہ کسی ایک آدمی کی دُعا سے اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کریم حضور کا صدقہ مردے کو پہاڑ جتنا ثواب دیتا ہے تو اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا جو شخص دعا بعد نماز جنازہ یا فاتحہ خوانی میں دعائیں مانگتے

وہ نہ ماں باپ کے وفادار ہیں اور نہ ہی کسی دوست یار کے اور سخت قسم کے بخیل ہیں اس لیے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زندوں کا مردوں کے لیے تحفہ ان کے لیے دُعائے مغفرت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ثواب پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر (۲۶)

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ مَرِيْضًا مَاتَ شَهِيْدًا وَ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَغُدِيَ وَ رِيْحَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ ۔

(ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیمار ہو کر مرتا ہے شہادت کا درجہ پاتا ہے اور قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے اور صبح وشام اس کو ہمیشہ جنت کا رزق دیا جاتا ہے۔

فائدہ:

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ شہید قبر کے فتنوں سے محفوظ یعنی ہر عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ یاد رہنا چاہیے کہ مٹی کا گوشت کو کھا جانا بھی عذاب ہے تو عام مسلمان آدمی بیمار ہو کر مر جائے تو اس کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عذاب سے محفوظ رہتا ہے تو پھر ولیوں نبیوں، پیروں، پیغمبروں کے جسم کو مٹی کس طرح کھا سکتی ہے۔ پھر حدیث کا آخری جملہ اس کی وضاحت بھی کر رہا ہے کہ بیمار ہو کر فوت ہونے والے مسلمان آدمی کو کھانے کے لیے رزق یعنی جنت کے پھل ملتے ہیں پس معلوم ہوا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

و دیگر نبی ولی مر کر مٹی میں مل گئے ہیں وہ اس حدیث کے خلاف کہتے ہیں کیوں کہ غذا یعنی جنت کے پھل روح کے لیے نہیں ہوتے وہ جسم معدہ وغیرہ کے لیے ہوتے ہیں تو اس حدیث سے نتیجہ یہ نکلا کہ نبیوں، ولیوں، پیروں، پیغمبروں کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی وہ اپنی قبروں میں بالکل صحیح حالت میں آرام فرما ہیں اور ان کو کھانے کے لیے رزق دیا جاتا ہے جو یہ عقیدہ نہ رکھے وہ اس حدیث کا منکر ہے۔

حدیث نمبر (۲۷)

وَ عَنْ زَارِعٍ وَ كَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ رِجْلَهُ ۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ)

ترجمہ:

حضرت زارع رضی اللہ عنہ جو عبدالقیس کے وفد میں شامل تھے کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم جلدی جلدی سواریوں سے اترے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

فائدہ:

قارئین اس حدیث پاک سے واضح ثابت ہوتا ہے کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب حق ہے وہ اس طرح کہ صحابہ پاک جب مدینہ شریف آئے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اتر کر حضور علیہ السلام کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اگر ہاتھوں کو چومنا شرک ہوتا تو سرکارِ مدینہ اسی وقت منع فرما دیتے کہ ایسا نہ کرو یہ شرک ہے یا کفر ہے اور کوئی ایسی حدیث

بھی نہیں ملتی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ میرے سوا کسی اور پیر ولی بزرگ کے ہاتھ نہ چومنا یہ شرک ہے پس معلوم ہوا پیروں، بزرگوں ولیوں کے ہاتھ چومنا شرک نہیں جائز ہے اور باعثِ برکت اور صحابہؓ کی سُنّت ہے ۔

سوال :

شاہ صاحب وہ نبی تھے نبی کے ہاتھ چومنا جائز ہے۔ یہ جو آپ پیروں، ولیوں کے ہاتھ چومتے ہیں کیا اس کا حکم نبی نے دیا ہے ؟

جواب :

جنابِ عالی ! حضور کے حکم کے بغیر ہم کس طرح پیروں کے ہاتھ چوم سکتے ہیں۔ ہم کو حضور علیہ السلام نے حکم دیا ہے ۔ چنانچہ ملاحظہ ہو حدیث اٹھائیے مشکوٰۃ شریف ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا :

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ	میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں تم
اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ۔	جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔

پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے صحابی کی اقتدا کا حکم دیا کہ جس طرح یہ اپنے پیر کے ہاتھ چومتے ہیں تم بھی اپنے پیروں ولیوں بزرگوں کے ہاتھ چوم لیا کرو ۔

اب بات واضح ہو گئی جو لوگ پیروں، ولیوں بزرگوں کے ہاتھ چومنے کی مخالفت کرتے ہیں اس حدیث کے منکر ہیں اور صحابہ کو بے راہ رو مانتے ہیں ۔

حدیث نمبر (۲۸)

وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا

بِضُعَفَائِكُمْ (بخاری شریف)

ترجمہ :

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سعد نے اپنی نسبت یہ گمان کیا کہ ان کو اپنے سے کم تر پر فضیلت حاصل ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم کو مدد نہیں دی جاتی اور تم کو رزق نہیں دیا جاتا مگر بزرگوں کی دُعا سے ۔

فائدہ :

حضرات قارئین : اس حدیث پاک نے سلسلہ واضح کر دیا ہے اور منکرینِ حدیث کے حوصلے پست کر دیے ہیں فرمایا کہ تم کو رزق دیا جاتا ہے تو ولیوں پیروں بزرگوں کی دُعا سے ۔ اگر تمہاری مدد کی جاتی ہے تو ولیوں پیروں، فقیروں کی دُعا سے اور یہی عقیدہ ہم اہلِ سنت و جماعت کا ہے اور جو شخص ولیوں پیروں فقیروں کے پاس جا کر دُعا کرانا عرض و معروض کرنا شرک ہے وہ اس حدیث کا منکر ہے ۔

سوال :

جناب شاہ صاحب آپ نے اس حدیث کو سمجھا نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ضعیفوں فقیروں یعنی مساکین اور غربا کی دُعاؤں سے لہٰذا ولیوں، پیروں فقیروں والا اقتباس غلط ہے ۔

جواب :

جنابِ عالی : بندہ آپ کی بات ہی مان لیتا ہے تو پھر بھی مسئلہ تو وہی ہے کہ مساکین غربا کی دُعا سے اگر رزق ملتا ہے تو ولیوں پیروں فقیروں کی دُعا سے کیوں نہیں ملتا ۔

اور دوسرا مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگوں، پیروں فقیروں کی دُعا کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے ۔

حدیث نمبر (۲۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے نماز میں طویل قیام فرمایا یعنی اتنی دیر کہ سورۃ بقرہ اتنی دیر میں پڑھی جاسکتی ہے پھر رکوع کیا طویل رکوع پھر سر اُٹھایا رکوع سے اور دیر تک قیام فرمایا جو قرأت کے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا، پھر طویل رکوع اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے لیکن یہ کھڑا ہونا پہلے سے کم تھا، پھر رکوع کیا، پھر طویل رکوع اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اُٹھایا اور دیر تک قیام کیا اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا پھر رکوع کیا طویل رکوع اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر رکوع سے سر اُٹھایا پھر سجدہ کیا، پھر ختم کردیا نماز کو اور اس عرصہ میں سورج بھی روشن ہوگیا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ نہ تو ان میں کسی کی موت سے گرہن ہوتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے۔ پس جب تم گرہن کو دیکھو تو خدا کو یاد کرو۔

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ

تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز کی حالت میں ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں پھر ہم نے یہ دیکھا کہ آپ کچھ پیچھے کی جانب ہٹ رہے ہیں۔

اِنِّیْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَاَيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ اَفْظَعَ وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ فَقَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدٰهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا اور اس کے ایک درخت سے انگور کا خوشہ توڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو البتہ تم کھاتے اس میں سے جب تک دنیا میں رہتے پھر میں نے دوزخ کو دیکھا اور آج کے دن کے برابر کوئی منظر ایسا خوف ناک میری نظر سے نہیں گزرا اس میں میں نے عورت کو زیادہ پایا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے کفرانِ نعمت کے سبب سے۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا عورتیں خدا کا انکار کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں اور کفر کرتی ہیں احسان کا اگر تو ان کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر وہ تیری جانب سے اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات پائے تو کہے میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔

(بخاری مسلم مشکوٰۃ)

فائدہ :

حضرات قارئین ! اس حدیث سے چند مسئلے واضح ہوئے ہیں ۔

پہلا یہ کہ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ میں نے نماز کی حالت میں جنّت سے پھل توڑنے کا ارادہ فرمایا ۔ تو جنت سے پھل وہی توڑ سکتا ہے جو جنت میں حاضر ہو یعنی موجود ہو اور ناظر ہو یعنی دیکھ رہا ہو ۔ پھر آگے سرکار مدینہ فرماتے ہیں میں نے دوزخ کے خوفناک مناظر بھی دیکھے ۔ دیکھ وہی سکتا ہے جو حاضر بھی ہو ۔ پس اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ہیں یہ بھی ہمارا العقیدہ ہے کہ حضور جب چاہیں جہاں چاہیں موجود رہ سکتے ہیں ۔

دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنّت و دوزخ ہر چیز دکھادی ہے تو جب ہر چیز اللہ کریم نے اپنے محبوب کو دکھادی ہے تو پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم ہوا ۔ یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے اللہ کریم نے اپنے محبوب کو ہر چیز دکھادی ہے ۔ حضور سے کوئی چیز غیب نہیں ۔ حضورؐ سے کوئی چیز غیب نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خدائی کا علم رکھتے ہیں ۔

تیسرا مسئلہ عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوندوں کی نافرمانی نہ کریں اور احسان فراموش نہ بنیں ۔ خاوند جو احسان کرے ، بھلائی کرے اس کی بھلائی یاد رکھیں ۔ دوسری صورت میں جہنم کی آگ ہے ۔

حدیث نمبر (۳۰)

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى

عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَئَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

(مسلم ۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن کو سنو تم بھی اسی طرح کہو جو وہ کہہ رہا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو کیوں کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو ، وہ جنت میں ایک جگہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی کے لائق ہے ۔ مجھے امید ہے وہ میں ہی ہوں تو جو میرے لیے وسیلہ مانگے میری شفاعت اس پر لازم ہے ۔

فائدہ :

حضرات گرامی اس حدیث مبارکہ سے دو مسئلے واضح ہوگئے ۔

پہلا مسئلہ کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا چاہیے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ مجھ پر درود پڑھو جو شخص درود شریف اذان کے ساتھ پڑھنے کو شرک یا بدعت کہے وہ اس حدیث کی مخالفت کرتا ہے اسی لیے ہم اہل سنت وجماعت اذان کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہیں تا کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہو جائے

دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ درود شریف پڑھنے والے پر رب کی طرف سے

رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ پھر آگے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میرے لیے دُعا مانگو۔ معلوم ہوا کہ جس کے لیے دُعا مانگی جائے اسے فائدہ ہوتا ہے خواہ مُردہ ہو یا زندہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا مانگنے والے پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر (۳۱)

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَ لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا اَوْ قَبْرِيْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَ حَيْثُ كَانُوْا (احمد)

ترجمہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ فرمایا تو آپ ان کو نصیحتیں کرتے ساتھ چلے۔ معاذ اپنی سواری پر سوار چل رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل۔ جب آپ نصائح اور

ہدایات سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا معاذ اس سال کے بعد شاید تو مجھ سے ملاقات نہ کر سکے اور ممکن ہے تو میری اس مسجد اور میری قبر سے گزرے۔ یہ سُن کر معاذ رو پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں خوب روئے اُس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رُخِ انور کو پھیرا اور مدینہ پاک کی طرف رُخ کر کے فرمایا مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں خواہ وہ کوئی ہوں اور کہیں ہوں۔

فائدہ:

حضرات گرامی اس حدیث پاک سے حضور علیہ السلام کا علمِ غیب ثابت ہوتا ہے اس طرح کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے معاذ جب تو یہ برس گزار کر یہاں یعنی واپس آئے گا تو تو مجھ کو نہ پائے گا۔ میری قبر کو دیکھے گا اور میری مسجد کو دیکھے گا تو محبوب پاک کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ اس وقت تک میرا وصال ہو جائے گا حالاں کہ موت اور زندگی کا کسی شخص کو علم نہیں کہ کس وقت تک زندہ رہنا ہے اور موت کب آنی ہے۔ پھر صرف یہاں تک بات نہیں فرمائی بلکہ آگے آپ نے فرمایا کہ اے معاذ: تو میری قبر کو دیکھے گا اور مسجد کو دیکھے گا۔ پس معلوم ہوا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا بھی علم تھا کہ معاذ اس وقت تک زندہ رہیں گے۔ تو اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شخص کی موت اور زندگی کا علم ہے اسی لیے ہم اہلِ سنت وجماعت کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو علمِ غیب ہے۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب کو علمِ غیب عطا فرما دیا ہے۔

اب اگر اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوانے والے حضور علیہ السلام کا علمِ غیب نہ مانیں اور علمِ غیب کی مخالفت کریں تو ہم ان کو منکرِ حدیث نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

حدیث نمبر (۳۲)

وَعَنْ اُمَیَّۃَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَسِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْكِ الْمُھَاجِرِیْنَ ۔ (مشکوٰۃ، شرح السنۃ)

ترجمہ :

حضرت امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے ذریعہ سے کفار پر فتح حاصل ہونے کی دعا فرمایا کرتے تھے ۔

فائدہ :

حضرات گرامی ! نبی پاک کا ہر فعل قوم کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے ۔ محبوب پاک کا فقراء مہاجرین کے واسطہ سے دُعا فرمانا غلاموں کو سبق دینے کے لیے تھا ورنہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہتے رب کریم ویسا ہی کر دیتے کیوں کہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ اے محبوب میں (رب العالمین) تیری رضا چاہتا ہوں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۔ تو اب قرآن کریم کے ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ محبوب پاک جو بھی اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرتے رب کریم قبول فرماتے اور دیا ہی کر دیتے مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء اور مہاجرین کے وسیلہ سے دُعا مانگ کر ہم غلاموں کو سبق دیا ہے کہ تم بھی جب دُعا مانگو تو بزرگوں کے وسیلہ اور صدقہ سے مانگو تو اس حدیث کے تحت آج اگر ہم یہ دعا مانگیں کہ یا اللہ نبی پاک کا صدقہ یا داتا صاحب کا صدقہ یا مجدد الف ثانی کا صدقہ یا شیر ربانی کا صدقہ یا حضرت خواجہ سید پیر نور الحسن کیلانی

رحمہم اللہ علیہم اجمعین کا صدقہ ہماری فلاں مشکل حل فرما دے یا فلاں مصیبت ٹال دے یا فلاں کام ٹھیک ہو جائے تو یہ کوئی شرک نہیں اور حضور علیہ السلام کی سُنّت ہے ۔

حدیث نمبر (۳۳)

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَمَا خَبَّرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَ اَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَہٗ وَ نَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ

(مشکوٰۃ، بخاری)

ترجمہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ابتدائے خلقت سے لے کر جنتیوں کے جنت کے مقامات میں داخل ہونے تک اور دوزخیوں کو دوزخ کے مقامات میں داخل ہونے تک تمام خبریں ہمارے سامنے بیان فرما دیں جس کو یاد رہا اسے یاد رہا جو بھول گیا وہ بھول گیا ۔

فائدہ :

قارئین حضرات آپ نے اس حدیث کو پڑھا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بات کا علم ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور جو پیچھے ہو چکا تھا وہ بھی بیان فرما

دیا اور جو ہو رہا تھا وہ بھی بیان فرمادیا اور جو ہونے والا تھا وہ بھی بیان فرمادیا اور اس حد تک بیان فرمادیا کہ جو لوگ جنتی تھے ان کو جنت میں جو مقام ملنے والا تھا وہ بیان فرمادیا اور جو لوگ دوزخی تھے جو مقام ان کو دوزخ میں ملنے والا تھا وہ بھی بیان فرمادیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم ہے کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی ہے۔ اس حدیث کے باوجود بھی اگر وہابی اور دیوبندی یہ کہیں یا تحریر کریں کہ حضور علیہ السلام کو کل کا پتہ نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے یا دیوار کے پیچھے کا علم نہیں کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے تو کس قدر ظلم عظیم ہے۔

اسی لیے ہم اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو اللہ کریم نے علم کلی عطا فرمایا ہے جو شخص اس کا منکر ہے وہ اہل حدیث نہیں ہو سکتا وہ منکرِ حدیث ہے۔

حدیث نمبر (۳۴)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ (مسلم وبخاری)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھ کو جامع کلموں کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رعب سے مجھ کو فتح دی گئی ہے اور میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور میرے سامنے رکھ دی گئیں۔

فائدہ:۔ حضراتِ قارئین آج کل کچھ گستاخانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تحریریں

اور تحریروں میں پورا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کسی چیز کے مالک و مختار نہیں ہیں اور تحریروں میں تو اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ:

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے" معاذ اللہ جیسا کہ شاہ اسمٰعیل علیہ ما علیہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۸۲ پر لکھتا ہے۔

تو اس حدیث پاک نے ایسے لوگوں کی تمام تقریروں اور تحریروں کو باطل بنادیا ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام فرما رہے ہیں مجھ کو رعب بھی دیا گیا اور پھر مجھ کو سونے اور چاندی کے خزانوں کی کنجیاں بھی دے دی گئی ہیں تو جب کسی کو مکان کی چابیاں دے دی جائیں تو مکان اس کے قبضے میں ہوتا ہے اور اسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ اسے استعمال کرے چنانچہ اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام بے مالک اور بے اختیار نہیں ہیں۔ اللہ کریم نے تمام سونے اور چاندی کے خزانوں کی چابیاں حضور علیہ السلام کو عطا فرما دی ہیں۔ اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے جیسا چاہیں کریں یعنی جب چاہیں، جس کو چاہیں، جتنا چاہیں عنایت فرمائیں۔

چوں کہ سرکار قاسم ہیں یعنی تقسیم کرنے والے جیسا کہ پچھلی حدیث سے ثابت ہے ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ کریم نے مالک و مختار بنا کر بھیجا ہے۔ جو شخص حضور کو مالک و مختار نہیں مانتا وہ اس حدیث کا منکر ہے۔

حدیث نمبر (۳۵)

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِیَ

لِیْ مِنْهَا وَ اُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَ الْاَبْیَضَ،
اِلَی الْاٰخِرْ۔ (مسلم و مشکوٰۃ)

ترجمہ :

حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا (یعنی زمین کو سمیٹ کر مثلاً ہتھیلی کے برابر کر کے دکھایا) میں نے زمین کے مشرق کو دیکھا اور مغرب کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی بادشاہت اس حد تک پہنچ جائے گی جس قدر زمین کو سمیٹ کر مجھے دکھایا گیا ہے (یعنی مشرق سے مغرب تک) اور مجھ کو دو خزانے دیے یعنی سُرخ اور سفید (سونا اور چاندی)

فائدہ :

حضرات قارئین: اس حدیث پاک میں تمام مسائل کا حل ہے جو موجودہ دور کے کافی اختلاف جو وہابی اور دیوبندی حضرات اور مذہب حق اہل سنت وجماعت کے درمیان ہیں ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر وہابی اور دیوبندی حضرات اس حدیث کو مانتے ہیں مخلص ہوں وہ اس طرح کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے زمین کو سمیٹ کر ہتھیلی کے برابر کر کے دکھادیا ہے اور میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا ہے تو معلوم ہوا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کو دیکھ لیا ہے جو کچھ زمین میں ہے یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے کہ فلاں جگہ تیل کا ذخیرہ ہے، فلاں جگہ گیس کا، فلاں جگہ سونا ہے اور فلاں جگہ چاندی، وغیرہ وغیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام خزانوں کا جو زمین میں ہیں سب کا علم ہے۔

تو یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی تمام چھپی ہوئی چیزوں کو جانتے ہیں جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ اور اسی کو ہم اہل سنت وجماعت

علم غیب کہتے ہیں کہ اللہ نے ہر چیز محبوب پاک کو دکھا دی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی۔ وہ اس طرح کہ جب کوئی شخص اپنے سامنے دنیا کا نقشہ رکھ لیتا ہے تو وہ نقشے کے ہر شہر اور ہر قصبے اور دیہات اور جنگل میں حاضر بھی ہے اور ناظر بھی کیوں کہ نقشہ اس کے سامنے ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ مثال دی ہے تاکہ مسئلہ ذہن نشین ہو جائے۔ اسی طرح ساری زمین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے تو پھر حضور ہر جگہ حاضر بھی ہوئے اور ناظر بھی تو اس طرح مسئلہ حاضر و ناظر بھی حل ہوا یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور جب اور جتنی جگہ چاہیں تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ علم غیب کا بھی اسی حدیث سے حل ہوتا ہے وہ اس طرح کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عنقریب میری اُمت ساری زمین پر حکومت کرے گی تو حضور علیہ السلام نے ہونے والے کام کی خبر دی۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا حضور علیہ السلام کی خبر جھوٹی ہو سکتی ہے نہیں نہیں کبھی نہیں، سرکار کی خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ حضور کا فرمان سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو علم غیب ثابت ہوا۔ تو جو شخص علم غیب کا قائل نہیں ہے وہ حضور کے فرمان میں شک کرتا ہے تو جو حضور کے فرمان میں شک کرے گا وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

چوتھا مسئلہ حضور علیہ السلام کے مالک و مختار ہونے کا بھی حل ہو گیا وہ اس طرح کہ سرکار دو عالم فرماتے ہیں کہ مجھ کو سونے اور چاندی کے خزانے بھی رب کریم نے عطا فرمائے ہیں تو جب رب کریم نے خزانے عطا فرما دیے ہیں تو حضور مالک بھی ہوئے اور مختار بھی۔ جو ان مسائل کو نہیں مانتا وہ منکر حدیث ہے۔

حدیث نمبر (۳۶)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی

وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ ۔

(ترمذی، مشکوٰۃ)

ترجمہ :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے لیے آپ کس وقت نامزد ہوئے۔ فرمایا اس وقت جب کہ آدمؑ روح اور بدن کے درمیان تھے (یعنی آدم کا صرف پتلا بنا ہوا تھا اور روح جسم کے اندر داخل نہ کی گئی تھی)

فائدہ :

قارئین کرام اس حدیث سے دو مسئلے واضح ہو گئے ہیں

پہلا مسئلہ : یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ابھی آدم پیدا نہیں ہوئے تھے کہ میری نبوت چمک رہی تھی۔ پس معلوم ہوا جو لوگ تحریروں اور تقریروں میں گلے پھاڑ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نبوت چالیس برس بعد ملی، پہلے نبی نہیں تھے (معاذ اللہ) وہ جھوٹے ہیں اور کذاب ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ قارئین حضرات نبی عالمِ ارواح میں بھی نبی ہوتے ہیں۔ کسی نے پالنے میں اظہار کر دیا۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال بعد اعلان فرما دیا۔ جس کو جب حکم خداوندی ہوا اظہار کر دیا۔

دوسرا مسئلہ : یہ ثابت ہوا کہ رب کائنات نے ہر چیز محبوب کے سامنے بنائی جائے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی جس طرح زید گھڑی بناتا ہے اور بکر کے سامنے بناتا ہے تو اب بکر سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے کیونکہ ہر پرزہ گھڑی کا بکر کے سامنے بنایا گیا ہے اُسے علم ہے۔ اسی طرح ساری خدائی حضور علیہ السلام کے سامنے بنائی گئی ہے

لہٰذا سرکار سے کوئی چیز مخفی نہیں اور پوشیدہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم ہے

حدیث نمبر (٣٧)

وَعَنْ كَعْبٍ يَحْكِيْ عَنِ التَّوْرَاةِ قَالَ نَجِدُ مَكْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ عَبْدُ الْمُخْتَارِ لَا فَظٌّ وَّلَا غَلِيْظٌ وَّلَا سَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ ۔ الی الآخر

(مشکوٰۃ، دارمی)

ترجمہ :

حضرت کعب رضی اللہ عنہ تورات سے نقل فرماتے کہ میں نے تورات میں لکھا ہوا پایا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کا رسول ہے اور میرا (یعنی خدا تعالیٰ کا) بندہ مختار ہے۔ وہ نہ درشت خو ہے اور نہ سخت گو اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔

فائدہ :

حضرات گرامی اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام مختارِ کل ہیں کیونکہ حضرت کعب فرماتے ہیں میں نے تورات میں لکھا دیکھا ہے کہ حضور علیہ السلام مختار ہیں تو ان الفاظ سے جو پہلی بات ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام پیدا ہونے کے بعد مختار کل نہیں بنائے گئے بلکہ سرکار دو عالم کو مختارِ کل بنا کر پیدا کیا گیا ہے کیونکہ تورات حضور علیہ السلام سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔

دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حضرت کعب کا عقیدہ تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں۔ پس معلوم ہوا جو لوگ اہل سنت وجماعت پر فتویٰ بازی کرتے ہیں

وہ خود گمراہی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تو قارئین ہم اہلِ سنت و جماعت حضور علیہ السلام کو مختارِ کل مان کر کوئی شرک یا کفر نہیں کرتے بلکہ یہ تو صحابہؓ کا عقیدہ ہے۔ اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہم نے اپنا عقیدہ صحابہؓ سے ثابت کیا ہے۔ کیا کوئی وہابی یا دیوبندی اپنا عقیدہ ثابت کر سکتا ہے کہ کسی صحابی نے کہا ہو کہ حضور علیہ السلام کسی چیز کے مالک و مختار نہیں ہیں

جواب؛

حدیث نمبر (۳۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ:

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَ	نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے
لَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ	پہلے اور نہ آپ کی وفات کے بعد میں نے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	آپ جیسا کوئی شخص دیکھا آپؐ پر خدا
وَ سَلَّمَ۔	کی رحمت ہو۔

(ترمذی و مشکوٰۃ)

فائدہ:

حضرات قارئین: اس روایت سے ایک مسئلہ واضح ہو گیا ہے وہ یہ کہ حضور علیہ السلام کا ثانی یا برابر یا مثل کوئی نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے ثابت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی وفات سے پہلے اور بعد میں نے حضور علیہ السلام کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔ اب میں پوچھتا ہوں موجودہ دور کے ملاؤں سے جو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سرکار دو عالم کی مثل ہیں جیسے ہم بشر تھے ویسے ہی رسول (معاذ اللہ) ہم اہلِ سنت و جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور کی مثل کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

اب ان گستاخ ملاؤں سے پوچھو کہ کیا تم بھی ثابت کر سکتے ہو کہ کسی صحابی نے کہا ہو کہ حضور ہم بھی آپ جیسے بشر ہیں آپ بھی اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہے، تو جواب زیرو ہوگا حضرات: حضور علیہ السلام کے کسی صحابی کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ تمام صحابہ حضور علیہ السلام کو بے مثل اور بے مثال مانتے تھے۔

حدیث نمبر (۳۹)

وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ صِفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْ رَاَیْتَهٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً۔ (مشکوٰۃ، دارمی)

ترجمہ:

حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن یاسر کہتے ہیں میں نے ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہم سے بیان کرو انہوں نے کہا بیٹا اگر تو آپ کو دیکھتا تو اس طرح دیکھتا کہ گویا آفتاب نکلا ہوا ہے۔

فائدہ:

اس حدیث پاک سے تین مسئلے واضح ہو گئے ہیں۔

پہلا مسئلہ: پہلا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام بے مثل ہیں۔ آپ کی مثل کوئی دوسرا نہیں ہے وہ اس طرح کہ صحابی کہہ رہے ہیں بیٹا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تھے جیسے آفتاب اپنے پورے جوبن پر چمکتا ہوتا ہے۔ اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا کوئی سورج کی مثل کوئی اور سورج ہے۔ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ سورج

ساری دنیا میں ایک ہے، کوئی دوسرا سورج نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صحابی کا عقیدہ تھا جس طرح سورج کی مثل کوئی دوسرا نہیں اس طرح حضور علیہ السلام کی مثل بھی کوئی نہیں اور سب صحابہؓ کا اس پر اتفاق ہے کہ محبوبِ خدا بے مثل اور بے مثال ہیں۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے۔

دوسرا مسئلہ: دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی۔ وہ اس طرح کہ جب سورج پورے جوبن پر ہوتا ہے یعنی دن کے بارہ بجتے ہیں تو ہر شخص جانتا ہے کہ سورج حاضر بھی ہوتا ہے اور ناظر بھی۔

یہ مثال دی ہے تاکہ مسئلہ جلد ذہن نشین ہو جائے تو قرآن پاک میں خالق کائنات نے بھی فرمایا اے محبوب تو سراجاً منیراً ہے یعنی تو چمکتا ہوا آفتاب ہے اور صحابی کا فرمان بھی موجود ہے یعنی جس طرح آفتاب ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اسے لوگو محبوب پاک بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور جسم اطہر کے ساتھ جب بھی چاہیں اور جس جس جگہ چاہیں خواہ مقامات کا شمار کروڑوں سے بھی زیادہ ہو تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ: تیسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر شخص کی ہر حرکت سے واقف ہو سکتے ہیں اس طرح کہ حضور حاضر و ناظر ہیں تو جو حاضر بھی ہو اور ناظر بھی اس کا ہر حرکت کو جاننا کوئی بعید بات نہیں ہے۔ تو یہی اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے اور قرآن اور حدیث پر عقیدہ رکھنا کوئی شرک نہیں ہے۔

حدیث نمبر (۴۰)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ ۔ (مشکوٰۃ، دارمی)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دو دانت کشادہ تھے۔ جب آپ گفت گو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کے دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔

فائدہ:

حضرات قارئین! اس حدیث پاک سے ایک مسئلہ واضح ہو گیا وہ یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل اور بے مثال ہیں وہ اس طرح کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام گفت گو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔ تو آپ غور فرمائیں کہ کوئی اور ایسا ہے جس کے منہ سے نور نکلتا ہو؟ آج کل کے مولوی جو حضور علیہ السلام کی مماثلت کا دعویٰ کرتے ہیں کیا ان کے منہ سے نور نکلتا ہے؟ یہ شان صرف اور صرف ہمارے آقا کو ہی اللہ کریم نے عطا فرمائی ہے۔ مماثلت تب ہوتی ہے جب ہر لحاظ سے مطابقت ہو۔ پس معلوم ہوا کہ سرکار بے مثل اور بے مثال ہیں۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ